پروفیسر نذیر احمد ملک
صدر شعبہ اُردو
سینٹرل یونیورسٹی آف کشمیر، سری نگر

رومن یکوب سن، ساختیات اور ادبی تھیوری

Roman Jacobson is with his condensed and panoramic critical fashion materializes linguistics and embodies semiotics. He through his inventive ingenious mounts such a discourse about structuralism and literary theory that triumphantly contests the autocratic tradition Russian formalism and proposes a negotiation with French structuralism. Beside such obvious and substantive positions his contribution in linguistics and aesthetics is plausible. This paper is a study primarily aims at his complex system of language and his deep insight about culture, structure and mechanics of semiotics.

رومن ب سن(1896-1982) روسی ہیئت پسندوں اور فرانسیسی ماہرین ساختیات کے درمیان نہ صرف ایک پل کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ان دونوں حلقوں میں انھیں نمایاں اور ذی اثر مقام بھی حاصل ہے۔ ان دو تحریکوں میں دانشورانہ سطح پر ہی نہیں بلکہ عملی سطح پر بھی گہرا اشتراک پایا جاتا ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ دونوں تحریکوں سے وابستہ ماہرین ایک تو لسانیات سے گہرا شغف رکھتے تھے دوسرا یہ کہ کلچر کے بارے میں ان دونوں کا پختہ یقین تھا کہ زبان کی طرح یہ بھی اصول وضوابط کے تابع ہے۔ رومن جیکب سن کی پیدائش روس میں ہوئی۔ وہ ماسکو لنگوسٹک سرکل کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور روسی ہیئت پسندی کو متشکل کرنے میں ان کا کلیدی کردار رہا ہے۔ وہ روس میں فیوچرسٹک شاعری کے طرف دار تھے لیکن شاعری میں نئے نئے تجربوں کی افادیت کا بھی اعتراف کرتے رہے ہیں۔ 1920 میں وہ چیکوسلاواکیہ چلے گئے اور وہاں پراگ لنگوسٹک سرکل کی بنا ڈالی۔ بیسویں صدی کی اہم دانشورانہ تحریک ساختیات کی تشکیل اور پرداخت کے پیچھے سوسیر کے نظریہ لسان کے ساتھ ساتھ پراگ اسکول کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ 1939 میں چیکوسلاواکیہ پر نازی تسلط نے جیکب سن کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا اور وہ امریکہ پہنچے جہاں وہ کئی یونیورسٹیوں میں تحقیق وتدریس کے ساتھ وابستہ رہنے کے بعد وفات پا گئے۔

رومن جیکب سن نے سوسیر کے نظریہ لسان سے تحریک پا کر زبان کی سائنس کا ایک مربوط اور واضح نظریہ پیش کیا۔ ان کی نظر میں:

''زبان کا نظام نہایت ہی پیچیدہ اور تہہ دار ہے اس لیے اس کے مطالعہ کا طریقہ بھی کسی صورت میں سادہ اور آسان نہیں ہوسکتا ہے،،ا۔

جیکب سن نے نہ صرف نظریاتی لسانیات جیسے صوتیات، فونیمیات، صرفیات، نحویات اور معنیات کے شعبوں میں اپنی گہری لسانیاتی بصیرت کا ثبوت فراہم کیا ہے بلکہ تاریخی لسانیات، تحصیل زبان، شعریات، افاذیہ (Aphasia)، کلچر اور اسطور جیسے میدانوں میں بھی تحقیق زبان کے مطالعے کی افادیت کو آشکار کیا۔ 60 دہائیوں پر پھیلے ہوئے اپنے تحقیقی سفر کے دوران انھوں نے جو نظریات سامنے لائے ان پر وہ تادم آخر قائم رہے۔ ان میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کے بجائے وہ ان کے اندر مخفی امکانات کی دریافت میں ہی مصروف رہے۔ وہ خالص ماہر لسانیات تھے، زبان کے ساختیاتی اصولوں کے حددرجہ قائل تھے۔ زبان کے ساختیاتی اصولوں کے پیش نظر ہی انھوں نے ساختیات کی نظریاتی بنیادوں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے خیال میں کوئی بھی مظہر مختلف میکانکی عناصر کا انبار یا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ساخت ہے جس کے تشکیلی عناصر اندرونی اصولوں کے تحت ایک دوسرے سے تفاعلی طور پر جڑے ہوئے ہیں اس لیے کسی بھی تحقیقی تجزیے کا مقصد ان عناصر کی خارجی ہیئت کے بجائے ان کی اندرونی حرکیت کو منظر عام پر لانا ہے چنانچہ زبان سے متعلق رومن جیکب سن کے تمام نظریات ساختیات بالخصوص لسانیاتی ساختیات کو تقویت بخشتے ہیں ان کے نزدیک زبان کا اصل جوہر چونکہ اس کا مربوط نظام ہے۔ اس لیے زبان سے متعلق ان کے پیش کردہ ساختیاتی اصول بھی ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ کسی بھی اصول کا تذکرہ ساخت سے جڑے ہوئے دوسرے اصولوں کا حوالہ اوران کی اہمیت سامنے لاتا ہے اور کسی بھی ذیلی نظام کو کلی نظام سے الگ کرنے کی کوشش رائیگاں ثابت ہوگی مثلاً فونیمیات، تشکیلیات، نحویات وغیرہ کا مطالعہ نسبتاً الگ الگ طور پر ہوسکتا ہے لیکن چونکہ یہ تمام سطحیں ایک ہی نظام کا حصہ ہیں اس لیے ایک سطح کا مطالعہ دوسری سطحوں کے اصولوں کے حوالوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ساختیات کی رو سے ہر نظام قائم بالذات ہے یعنی اس کا وجود اپنے اندر مکمل اور مرتب ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی موجودگی اپنے بل بوتے پر ہے اور اپنی زندگی کے لیے کسی دوسرے وجود کی مرہون منت نہیں تاہم قائم بالذات سے یہ مراد نہیں ہے کہ زبان دوسرے شعبوں سے دوری بنائے رکھی ہے مثلاً زبان اور کلچر الگ الگ ہیں یا زبان اور ذہن کا آپس میں کوئی ارتباط نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مطالعۂ زبان کے لیے پہلے سے کسی فلسفیانہ، نفسیاتی، تہذیبی، حیاتیاتی یا طبیعاتی طریقہ علم کی لازمی شرط درکار نہیں ہے بلکہ ان علوم سے متعلق تصورات کی توثیق زبان کی عمیق پیچیدگیوں سے ممکن ہونی چاہیے کسی بھی دوسرے شعبۂ علم کے اصولوں کو بلاسوچے سمجھے یا من مانے

طریقے سے اس پر منطبق نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات بھی اس سلسلے میں اہم ہے کہ کلچر، نفسیات، ذہن وغیرہ سے گہری وابستگی ہونے کے باوجود زبان اور ان شعبوں کے درمیان کسی فوری مشابہت کی تلاش درست نہیں ہوسکتی ہے۔

ماہرین ساختیات نے ساخت کے تین کلیدی اصول بتائے ہیں:

1. ساخت خود مکتفی اور مربوط ہے یہ مختلف اجزا کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ مختلف اجزا کے اندرونی ربط کا نام ہے۔ مختلف عناصر ساخت کے اندرونی اصولوں کے تابع ہیں۔ ساخت کے باہر آزادانہ طور پر ان کی کوئی حیثیت یا وجود نہیں ہے۔

2. ساخت ساکت یا جامد نہیں ہے۔ اس کے اندرونی اصول تشکیلی عمل کے تحت نئے عناصر کو روکتی نہیں ہے بلکہ اپنے اندرونی قوانین کے تحت ان کو جذب کرتی ہے اور تشکیل پذیری کے تحت ہی نئے نئے امکانات کو جنم دیتی ہے ہاں ساخت ان معنوں میں جامد ہے کہ کسی لسانی اکائی کا اپنے نظام سے باہر کوئی تفاعل نہیں ہے۔

3. ساخت خود تنظیمی عمل ہے جو اپنے تشکیلی اصولوں کی توثیق اور معقولیت کے لیے کسی دوسرے مظہر کے حوالے کا محتاج نہیں ہے بلکہ اپنی ضرورتوں اور خود مکتفی اصولوں کے تحت کام کرتا ہے۔ زبان میں کسی بھی لفظ یا تصور کا باہری حقیقت سے کوئی راست تعلق نہیں ہے مثلاً لفظ 'کتا' حقیقی دنیا سے متعلق ایک چا ٹانگوں والے جانور کی طرف اشارہ نہیں کرتا ہے بلکہ زبان کے اندرونی نظام کے تحت فاعل، مفعول، ایکٹر، ایجنٹ وغیرہ کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے۔

زبان بھی ایک ساخت ہے۔ اس کے اصول نہایت متحرک، مقصد برآور، اختراعی اور تخلیقی ہیں۔ اس کے تمام تشکیلی عناصر ایک ہی تفاعل کی عمل آوری کے لیے مخصوص ہیں اور وہ ترسیل یا کمیونیکیشن ہے۔ یہ تشکیلی عناصر اپنے متحرک وجود کے لیے ایک دوسرے سے نہ صرف گہرا تعلق رکھتے ہیں بلکہ ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ بہ ایں سبب زبان کے بارے میں ساختیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ رشتوں کے ایک جال کا نام ہے۔ رشتوں کا نظام اصولوں کی بنیاد پر ہوتا ہے اس لیے اس میں تشکیلی عناصر کی خارجی ہیئتوں یا ان کی مادی شکلوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ ان اصولوں کے آپسی رشتوں اور ان سے ممکن الوقوع تخلیقی اور اختراعی امکانات کی اہمیت ہے۔ ان کے نزدیک زبان ایک سیمیاتی اکائی Semiotic entity ہے بلکہ سیمیاتی نظام کی سب سے بہترین مثال ہے۔ اس میں الفاظ یا لسانی اکائیوں کے لغوی معنی کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ ان کے معنی کا ہماری خارجی دنیا سے کوئی راست تعلق ہے بلکہ خارجی دنیا سے متعلق ہمارے جو تجربات ہیں وہ زبان سے ہی ممکن ہیں یا زبان سے ہی متشکل ہوتے ہیں اگر زبان نہیں ہوتی تو شاید یہ دنیا اس طرح

نہیں ہوتی جس طرح سے ہم اس کو زبان کی بدولت سمجھتے ہیں۔ ساختیات کے ماہرین کا یہ عقیدہ ہے کہ زبان انسان کو بناتی ہے نہ کہ انسان زبان کو بناتا ہے۔

ساختیات دنیا کے بارے میں اس روایتی نظریے کا بطلان کرتی ہے کہ ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات الگ الگ مظاہر اور اشیا کے الگ الگ وجود پر قائم ہے بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ سچائی ان کے انفرادی وجود کے بجائے ان کے درمیان ان رشتوں پر منحصر ہے جو ان کو ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں اور انھیں ایک ساخت میں متشکل کرتے ہیں۔ ساخت اور انسانی ذہن میں گہری مطابقت ہے اس لیے ساخت دراصل انسانی ذہن کا نتیجہ ہے اور ساختیات دنیا سے متعلق مستقل ساختوں کی پہچان اور دریافت کا نام ہے۔

رومن جیکب سن کا خیال ہے کہ

> زبان سلسلہ وار جہات پر مشتمل ایک ایسی ساخت ہے جس میں کل اور جزو کے درمیان آپسی انحصار کی خاص اہمیت ہے۔ یہ ایک کثیر منزلہ نظام ہے جس کے اندرونی ساختیاتی اصولوں کے تحت کل اجزا اور اجزا کل کی معنویت کو متعین کرتے ہیں۔کل کا وجود اجزا کے بغیر ممکن نہیں اور اجزا کی کل سے باہر کوئی حقیقت نہیں ہے۔[۲]

اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ زبان اپنے اندر کل ہونے کے باوجود ایک بڑے نشانیاتی نظام (Over all system of signs) کا حصہ ہے اور زبان درجہ بہ درجہ کچھ بڑی شاخوں پر مشتمل ہے مثلاً فونیمیات، لفظیات، گرامر اور معنیات۔ فونیمیات بے معنی اکائیوں کے تشکیلی اصولوں کا نام ہے۔ یہی بے معنی اکائیاں ایک نظام کے تحت بامعنی اکائیوں مثلاً مارفیم اور الفاظ کو بناتے ہیں اور یہ بامعنی چھوٹی چھوٹی اکائیاں جملوں اور کلامیہ (Discourse) کو تشکیل دیتے ہیں اس طرح جزو اور کل ایک سلسلہ وار ساخت کو ممکن بناتے ہیں۔ ہر سطح کے الگ الگ اجزا کسی بھی طور بے مصرف نہیں ہیں بلکہ تفاعلی اور ساختیاتی طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ زبان میں کل/جز کے اہم رشتے کو لسانی نشان کے ذریعے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ لسانی نشان اس اعتبار سے ایک کل کا ذیلی حصہ ہے۔ یہ ایک ہی وقت میں اپنے طور پر کل کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور ایک بڑے لسانی نظام کے ایک ذیلی کل کا جز بھی ہے۔ ایک فونیم بھی مختلف فونیمی خصوصیات Distintive Features پر مشتمل ایک کل ہے جو خود مارفیم یا لفظ کی طرح سے ایک ذیلی کل ہے۔ فونیم تجزیے کی بنیادی یا آخری اکائی نہیں ہے بلکہ یہ ان مختلف امتیازی خصوصیات پر مشتمل ہے جو فونیم کو ممکن بناتے ہیں اور جو اپنے اندر بے معنی ہیں لیکن معنی کی تشکیل کا ناگزیر حصہ ہیں۔ امتیازی خصوصیات کا نظریہ یکوب

سن کا لسانی تھیوری اور فونیمیات کی تھیوری میں ایک زبردست حصہ ہے جس کی بنا پر بعد میں چامسکی ہالے کی امتیازی خصوصیات والی تھیوری سامنے آئی۔

اجزا، ذیلی کل اور کل کی آپسی انحصاریت زبان کی ساخت کو نہ صرف مضبوط بناتی ہے بلکہ اس کو تخلیقیت کے لاتعداد امکانات سے بھی متصف کرتی ہے۔ یہ تخلیقیت اصوات اور صوتی ارکان کی سطح پر نہیں بلکہ جوں جوں ہم سلسلہ وار ترتیب میں لفظوں، تراکیب، محاورات، جملوں اور ڈسکورس کی طرف بڑھتے ہیں تو نئے نئے سیاق اور نئی نئی صورتوں میں زبان کے استعمال کی آزادی میسر ہونے لگتی ہے بالخصوص شاعری اور ادب کی دیگر اصناف میں زبان کے تخلیقی استعمال کی راہیں زیادہ روشن ہونے لگتی ہیں۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ زبان یا کوڈ کوئی وحدانی چیز نہیں ہے بلکہ مختلف زبانوں یا کوڈس سے بنتی ہے ۔اس اعتبار سے ہر شخص کے پاس زبان کے استعمال کے لیے مختلف کوڈس دستیاب ہوتے ہیں جن کو وہ موقع محل کے مطابق استعمال کرتا ہے وہ نئے موقعوں کے اعتبار سے ان میں تبدیلی بھی پیدا کرسکتا ہے۔ زبان کی تخلیقیت کا کمال یہ بھی ہے کہ وہ نئی سچویشنز کے مطابق الگ الگ موقعوں پر استعمال ہونے والے مختلف الفاظ کو ایک دوسرے سے ملانے اور نئی نئی ترکیبیں بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔ زبان کے اس تخلیقی وصف نے رومن یکوب سن کو ایک نئے لسانی نظریے کی تشکیل کی تحریک بھی عطا کی جس میں زبان کے ادبی کردار کو خاص طور پر اُجاگر کیا گیا ہے تاہم زبان کے اس تخلیقی تفاعل کی اہمیت کو انھوں نے زبان کے بسیار شیوہ کردار کی توضیح وتشریح کے پس منظر میں سمجھایا ہے۔

زبان سے متعلق من جملہ تفاعلات کے تحت ملفوظ ترسیلی واقعے (Linguistic Communication Model) کے جو تشکیلی عناصر ہیں رومن یکوب سن نے ان کو درج ذیل خاکے کے ذریعے سمجھایا ہے:

سیاق

متکلم   خبر/اطلاع   مخاطب

رابطہ

کوڈ ا۔۳

اوپر دیے گیے چھ عناصر کی بنیاد پر زبان سے متعلق کسی بھی Speach Act کے تفاعل کا آسانی سے تعین ہوسکتا ہے۔

کسی بھی ترسیلی واقعے کے پیچھے واحد مقصد کسی نہ کسی اطلاع یا خبر کو مخاطب تک پہنچانے کا ہوتا ہے اس لیے

اطلاع کا مبدا یا منبع متکلم (Addresser) ہوتا ہے اور مخاطب (Addressee) اس کا مقصود ہوتا ہے۔ خبر اور اطلاع کی ترسیل کے لیے متکلم اور مخاطب کے درمیان رابطے کی کوئی نہ کوئی صورت ناگزیر ہے جو سماعی، بصری، الیکٹرانک یا کسی اور نوعیت کی ہوسکتی ہے۔ رابطہ ایک کوڈ سے ممکن ہے اور کوڈ گفتگو، تحریر یا کسی اور دوسری طرح کی ہیئت کو کہتے ہیں۔ متکلم اور مخاطب دونوں کا اس ہیئت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اطلاع، پیغام یا خبر کسی خاص سیاق میں ہی ممکن ہے اور اس سیاق یا موضوع سے بھی دونوں کی کماحقہ واقفیت لازمی ہے۔ اس کیمونیکیشن ماڈل کے پیچھے یکوب سن کو یہ دکھانا مطلوب ہے کہ پیغام یا اطلاع کی ترسیل کوئی سیدھا سادہ وحدانی عمل نہیں ہے بلکہ اس عمل کو ممکن بنانے میں جو دوسرے عناصر مثلاً رابطہ، کوڈ اور سیاق وغیرہ شامل ہیں وہ اس اطلاع کو نہ صرف ممکن بناتے ہیں اور اس کے معنی میں شریک ہوتے ہیں بلکہ مجموعی معنی کی تشکیل پر اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ کوڈ یہاں پر زبان کے معنی میں ہے۔ زبان اور اس کے قواعدی ڈھانچے میں ایسے عناصر بھی ہوتے ہیں جن کے لغوی معنی نہیں ہوتے ہیں لیکن سیاق، سچویشن، وقت اور مقام کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی اور استعمال نہ صرف معنی میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ اس کو سیال، متحرک اور بعض اوقات تبدیل بھی کرتے ہیں جن کو لسانیاتی اصطلاح میں (Shifters) اور (Deixis) کہتے ہیں۔ یہ عناصر معنی کو (Context Sensitive) بناتے ہیں۔ ترسیلی واقعے میں شامل خاکے میں دیے گئے تمام چھ عناصر کی موجودگی اور ان کی فعالیت معنی کو مخاطب تک پہنچانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں اور ان کی حرکتیت معنی کو مستحکم اور متعین ہونے کے بجائے غیر مستحکم، غیر متعین اور سیال بناتے ہیں۔ یہ چھ عناصر چونکہ متوازن بھی نہیں رہ پاتے ہیں اور ان میں کوئی عنصر کم یا زیادہ حاوی ہوجاتا ہے اور حاوی ہونے کی یہ صورت ترسیل کے جھکاؤ کو یک طرفہ کردیتی ہے اس لیے اطلاع یا پیغام کی حتمی صورت حاوی عنصر سے ہی متعین ہوتی ہے۔ رومن یکوب سن نے اوپر دیے گئے خاکے کو نئے سرے سے ترتیب دے کر زبان کے مختلف تفاعلی پہلوؤں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے جو اس طرح ہے:

حوالہ جاتی

جذباتی/اظہاری　　شعری　　ندائی

ارتباطی

فوق لسانی

اس خاکے سے زبان کے چھ اساسی پہلوؤں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ جب ترسیل میں جھکاؤ متکلم کی طرف

ہوجاتا ہے تو زبان کا جذباتی پہلو نمایاں ہوجاتا ہے یعنی اطلاع سے متعلق متکلم کا جذباتی ردعمل کیا ہے مثلاً اگر بیمار کو ہسپتال پہنچانا ہے اور مریض کی حالت نازک ہے اور ہسپتال ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے تو ایک کلومیٹر کی دوری بھی بہت لمبا فاصلہ معلوم ہوتا ہے اور اگر ہسپتال کے بجائے سیر کا منشا ہو تو متکلم کا جذباتی ردعمل بالکل متضاد ہوگا۔ اگر حوالہ جاتی پہلو بھاری ہے تو اطلاع درست، صحیح اور قابل یقین ہوتی ہے یعنی ایک کلومیٹر کا سفر ایک کلومیٹر کا ہی ہوگا یا معلوم ہوتا ہے رابطے کو برقرار رکھنے کا منشا ہے تو زبان کا ارتباطی کردار غالب ہوجاتا ہے اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایک بات ختم ہونے کی صورت میں دوسری بات کا سلسلہ نکل آئے۔ فوق لسانی پہلو کی صورت میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا زبان یا کوڈ وہی استعمال ہو رہا ہے اور کیا وہی لسانی اکائیاں استعمال ہو رہی ہیں جو دونوں متکلم اور مخاطب سمجھ رہے ہیں۔ نہ سمجھنے کی صورت میں مخاطب پوچھ سکتا ہے کہ آپ کیا کہتے ہیں یا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھ نہیں رہا ہوں وغیرہ۔ جب ترسیل کا ندائی پہلو پیش منظر میں آتا ہے تو توجہ کا مرکز مخاطب ہوتا ہے اور متکلم اپنی بات سمجھانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے مثلاً کیا آپ سمجھ رہے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے چلیے اب ایک اور بات کی طرف آرہے ہیں وغیرہ۔

جہاں تک زبان کے شعری کردار کا تعلق ہے اس کا اپنے سے باہر کسی اور مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اطلاع برائے اطلاع یا Message برائے Message ہے اور کوڈ ہی Message بن جاتا ہے۔ زبان کے دوسرے فنکشنز میں حاوی پہلو کے اعتبار سے الفاظ اور قواعدی خصوصیات کا استعمال کیا جاتا ہے اور کہیں نہ کہیں ترسیل خیال کی اصلی قوت کو گرفت میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے جو کسی بھی صورت میں صد فی صد کامیاب نہیں ہوتی ہے تاہم حاوی فنکشن عیاں ہو ہی جاتا ہے لیکن بقول رومن یکوب سن زبان کے شعری پہلو کے ساتھ ایسا ممکن نہیں ہے اس میں تخلیقیت اور Pruductivity کی فطری خصوصیت موجود ہوتی ہے۔ شعری زبان کا مطالعہ اگر چہ ایک طرف اسی طرح ممکن ہے جس طرح لسانیاتی بنیادوں پر عام زبان کا ہوتا ہے لیکن شعری زبان کا ایک شعری کردار بھی ہوتا ہے جو قابل التفات بن جاتا ہے۔ رومن یکوب سن یہ بھی کہتا ہے کہ شعری کردار کو شاعری تک محدود کرنا اور شاعری کو شعری تفاعل تک محدود کرنا بھی ایک واہمہ اور لایعنی تسہیل ہے۔ ادب کی زبان کا کردار بھی صرف ادبی یا شعری نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ اس کا غالب عنصر ہوتا ہے۔ زبان کی دوسری صورتوں اور حیثیتوں میں بھی شعری زبان کا عمل دخل رہتا ہے لیکن وہاں اس کی حیثیت ثانوی، ذیلی اور اعانتی ہوتی ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ادب میں خاص طور پر زبان کا جو استعمال ہوتا ہے وہ زبان کے استعمال کی دوسری صورتوں کے مقابلے میں تفاعلی طور پر الگ ہوتا ہے اس میں اصوات، الفاظ، تراکیب، نحوی ترتیب اور زبان کے دوسرے لسانیاتی اوصاف اپنی دنیا سے باہر کسی خاص اور ٹھوس

حقیقت کو منعکس نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ ایک خود آ گاہ حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ زبان کا یہ شعری کردار بقول یکوب سن لسانیاتی نشانات کی محسوسیت (Palpability of Signs) کو گہرا اور فزوں تر بناتی ہے۔ نتیجے میں سگنفائر اور سگنفائڈ کے درمیان کسی شفاف اور راست رشتے کے امکان کا بھی بطلان کرتی ہے جیسا کہ یکوب سن کا ماننا ہے کہ شعری زبان نام اور شے کی ثنوی ترتیب (Dichotomy) کو اور مضبوط بناتی ہے اور اس کا طریق کار حقیقت کی دنیا سے حوالہ رکھنے کے بجائے خود حوالہ جاتی بن جاتی ہے۔ اپنے مضمون لسانیات اور شعریات (Linguistics and Poetics) جو انھوں نے 1958ء میں انڈینا یونیورسٹی کی طرف سے منعقدہ سمینار (Style in Language) میں پڑھا تھا اس میں لکھتے ہیں:

'مجھے کہا گیا ہے کہ میں لسانیات اور شعریات کے درمیان رشتے پر مختصر طور پر کچھ کلمات پیش کروں۔ شعریات بنیادی طور پر اس سوال پر بحث کرتی ہے کہ ایک ملفوظ میسیج (Verbal Message) کو کون سی چیز فن کا درجہ عطا کرتی ہے۔ چوں کہ شعریات کا بنیادی موضوع ایک طرف یہ ہے کہ کن بنیادی خصوصیات کی بنا پر ادب کا فن دوسرے فنون سے مختلف ہے اور دوسری طرف زبان کا ادبی استعمال زبان کے دوسرے استعمالات سے کیسے الگ ہے اس لیے ادبی مطالعات میں لسانیات کو منفرد مقام حاصل ہے۔' [۴]

رومن یکوب سن کے اوپر دیے ہوئے لنگوسٹک کیمونیکیشن ماڈل سے ادبی تھیوری سازوں کو تھیوری سازی کے لیے ایک بنا بنایا ماڈل بن گیا اور اس کی رو سے ادب اور ادبی متون کو مختلف طریقوں اور نظریوں سے سمجھنے کی کوشش کی گئی یوں ادب سے متعلق مختلف سوالات اُبھارنے کے امکانات کو بھی جگہ حاصل ہوئی۔ اس ماڈل کو درج ذیل طریقے سے بھی مرتب کیا گیا۔

سیاق/تناظر

مصنف　　　　تحریر　　　　قاری

کوڈ

اس ترتیب میں میسیج کو حذف کیا گیا ہے۔ متکلم کے بجائے مصنف اور مخاطب کی جگہ قاری کو شامل کیا گیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں رابطہ کی جگہ پر تحریری لفظ کو جگہ دی گئی ہے۔ اس ماڈل کے تحت جب مصنف کی طرف جھکاؤ ہوگا تو ساری چیزیں مصنف کے نظریے اور شخصیت کے مطابق سمجھی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری روایتی تنقید میں معنی کا مبدا اور منبع مصنف کی شخصیت ٹھہرتی ہے اور مصنف کو تخلیق کار کے منصب پر بٹھایا گیا ہے جب تناظر پر

نظر جم جاتی ہے تو ادب کے تاریخی اور تہذیبی پہلو پر توجہ مبذول ہوتی ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ کون سے حالات تھے جن کی موجودگی میں ادب تخلیق کیا گیا ہے یا پیش کیا جائے گا جب تحریر کو مرکز توجہ بنایا جائے گا تو ادب کا ہیئتی کردار نمایاں ہوگا جب کوڈ کو فوکس کیا جائے گا تو ادب کے ساختیاتی کردار پر بحث ہوگی اور جب قاری پر نظر مرکوز ہو جائے گی تو ادب کا تفہیمی پہلو پیش منظر رہے گا۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں آج ادبی تھیوری کے غلغوں میں یہ ماڈل اس طرح ترتیب پاتا ہے:

مارکسی

رومانی　　　ہیئتی　　　قاری اساس

بشری　　　ساختیاتی

قاری اساس نظریوں کی غیر معمولی اہمیت کی وجہ (Reception Theory) کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ہے۔رومن جیکب سن نے اس زمانے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ قاری (Decoder) کی اہلیت اور قابلیت (Encoder) سے زیادہ اور بہتر ہوتی ہے۔

سوسیر کے بعد لسانیات میں رومن جیکب سن کا حصہ انتہائی اہم اور دوررس نتائج کا حامل ہے لیکن کسی وجہ سے ان کی تحقیقی کوششوں کی خاطرخواہ پذیرائی نہیں ہوسکی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انھوں نے سوسیر سے خاصا استفادہ کیا ہے لیکن زبان کی ماہیئت، ساخت اور اس کے افادی مطالعے کی اہمیت سے متعلق ان کی بیشتر آرا اور تحقیق ذاتی اور اختراعی ہونے کے ساتھ ساتھ بصیرت افروز بھی ہیں۔ان کے بیشتر تحقیقی نکات اس طرح باہم مربوط ہیں کہ کسی بھی ایک تصور کو الگ کر کے دیکھنے سے اس کی پوری معنویت زائل ہوسکتی ہے۔اس مختصر مضمون میں ان کے پیش کردہ تمام نکات کو سمجھنا یقیناً طوالت کا باعث ہوگا تاہم ان کے چند اہم موضوعات کا ذکر ضمنی طور پر آ گیا ہے۔رومن یکوب سن چونکہ روسی ہیئت پسندی اور ساختیات کے بانی ممبران میں سرفہرست ہیں اس لیے ادبی تھیوری کی ابتدائی شکل متعین کرنے میں زبان اور ادب کے باہمی رشتوں سے متعلق ان کے خیالات خاص توجہ چاہتے ہیں۔ جدید ادبی تھیوری کے سلسلے میں ان کے دو تصورات بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک یہ کہ زبان کا ادبی فنکشن کیا ہے اور لسانیاتی ماڈل میں زبان کے ادبی کردار کی کیا اہمیت ہے اس نکتے کی اوپر کما حقہ مناسب وضاحت ہو چکی ہے اسی تصور سے وابستہ ان کا ایک اور تحقیقی نکتہ قابل مشاہدہ اور مطالعہ ہے۔ یہ لسانیات سے متعلق ان کے پیش کردہ دو تصورات ہیں جو زبان کے ادبی کردار سے ہی منسلک ہیں یہ ہیں تصور قطبین (Notion of polarities) اور

تصورتعدیل(Notion of Equivalence)۔ رومن یکوب سن کا تصور قطبین دراصل سوسیر کے اس خیال پر مبنی اوراس سے مستعار ہے جس کے تحت انھوں نے زبان میں افقی رشتوں (Syntagmatic Relations)اورعمودی رشتوں (Paradigmatic Relations) کی بات کی ہے۔ ڈسکورس (کلامیہ) میں جہاں الفاظ کو طول یا سطر (Linearity) کے ساتھ بولا یا بٹھایا جاتا ہے اورالفاظ ایک زنجیر کے دانوں کی طرح ایک دوسرے سے قریبی رشتے میں منسلک ہوجاتے ہیں وہیں ان کی ادائیگی یکے بعدہی ممکن ہوتی ہے اورایک ساتھ ایک ہی وقت میں دوالفاظ یادولسانی اکائیوں کی ادائیگی ناممکن ہے کلامیہ میں الفاظ کے درمیان اس افقی رشتے کوسوسیر نے (Syntagmatic) کا نام دیا ہے۔دوسری طرح کے رشتے کوانھوں نے(Paradigmatic) کا نام دیا ہے۔ یہ رشتہ الفاظ کے انتخاب پر ہے یعنی ایک جملے میں جوالفاظ شامل ہوتے ہیں ان کا ان الفاظ سے کیا رشتہ ہے جوموجودنہیں ہیں تاہم حاضرالفاظ کے ساتھ گہرے رشتے میں منسلک ہیں اور حاضرالفاظ کی جگہ پر استعمال ہوسکتے ہیں، فی الحال موجودہ کلام میں استعمال نہیں ہوئے ہیں یعنی فاعل کی جگہ فاعل،فعل کی جگہ فعل اورمفعول کی جگہ مفعول۔ پہلا رشتہ حاضر (Presentation) کا ہے اور دوسرا غیاب Absentia کا ہے آخرالذکر(Association) کا بھی ہے یہ ایک طرح کا Store) (House ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں اورا الگ الگ سروں(Poles) سے متعلق ہیں اور زبان کے دوہرے (Twofold) کردار کی طرف اشارہ کرتے ہیں اورزبان میں لسانی اکائیوں یاالفاظ کے درمیان Combinationاور Selection کے طریق کار کوممکن بناتے ہیں۔ یہ دونوں قطبین تعدیل(Equilance) پرمبنی ہیں۔ افاذیہ کی بیماری (Language Disorder) پر کام کرتے ہوئے یکوب سن کومحسوس ہوا کہ افاذیہ سے شکار مریض یاتو انتخاب یا پھر ترتیب پر قابونہیں رکھ پاتے ہیں اور جملہ صحیح ادانہیں کر پاتے ہیں اس طرح افاذیہ میں دوالگ طرح کے(Language Impairments) ہوتے ہیں۔رومن یکوب سن کی نظر میں یہ دوقطبی تصورلسانی استعداد کے سلسلے میں سوسیر کی پیش کردہ ایک اہم تحقیقی دریافت ہے اوراس سے زبان کی تشکیل میں ثنوی تضاد Binary) (Oppostion کی اہمیت اجاگرہوتی ہے۔ تضاد رومن یکوب سن کے نزدیک زبان کی ساخت کے رشتۂ نظام میں اہم حیثیت رکھتا ہے جس میں دو اصطلاحات کا باہمی عمل اور جوابی عمل کا خاص دخل ہے تضاد میں شامل دونوں اصطلاحیں ایک دوسرے کے وجود کے لیے لازمی ہیں مثلاً اگرصوتیات کی بات کریں تو انفی/دہنی، طویل/خفیف، مسموع/غیرمسموع ،منفوس/غیرمنفوس، گرائمر کی بات کریں تو واحد/جمع، مذکر/مونث وغیرہ، دوسرے الفاظ کی بات کریں تو روح/جسم، دن/رات، مرد/عورت جیسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

رومن جیکب سن کا خیال ہے کہ افاذیہ بیماری دومتضاد پہلو یعنی انتخاب کی بے ترتیبی جس کومماثلت کی بے ترتیبی

بھی کہا جاتا ہے اور ترتیب کی بے ترتیبی جس کو تقرب کی بے ترتیبی کہا جاتا ہے۔ زبان سے متعلق ایک اہم ثنوی تضاد استعارہ اور مجاز مرسل سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ استعارہ اور مجاز مرسل دونوں تعدیل کی صنعتیں ہیں۔ کسی بھی ڈسکورس یا ملفوظ تہذیبی عمل کی تشکیل میں استعارہ اور مجاز مرسل دو اساسی پہلوؤں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مورث ہالے کے ساتھ 1956ء میں تصنیف کردہ کتاب *Fundamentals of Language* میں شامل مضمون Two Aspects of Language and Types of Aphasic Disturbances میں یکوب سن لکھتے ہیں:

> زبان کی دوقطبی ساخت استعارہ اور مجاز مرسل کے اردگرد چکر لگاتی ہے اور یہ دوہری تقسیم تمام انسانی طرزعمل بالخصوص لسانی عمل میں کلیدی اہمیت کی حامل ہے، استعارہ اور مجاز مرسل دو صنعتوں میں ایک اکائی کو کسی دوسری اکائی کے مترادف سمجھا جاتا ہے مثلاً اگر ہم یہ کہیں گے کہ 'جوانی نشہ ہے' تو اس استعارے میں جوانی کو نشے کے برابر سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ 'راج بھون سے یہ ہدایت آئی ہے' تو اس میں راج بھون کو گورنر کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔۵

ان مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ استعارہ مماثلت کی صنعت ہے جس میں جوانی کو نشے سے تعبیر کیا گیا ہے اور دونوں میں مماثلت ہے اور مجاز مرسل تقرب (Contiguity) کی صنعت ہے کہ راج بھون اور گورنر دونوں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ اس طرح استعارہ زبان کے عمودی کردار اور مجاز مرسل زبان کے افقی کردار کو اُجاگر کرتا ہے (تشبیہ استعارے کی قسم ہے اور (Synecdoche) مجاز مرسل کی ہے۔ رومن جیکب سن جب زبان کے ادبی تفاعل کی بات کرتے ہیں تو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ افقی سطح پر الفاظ کی ترتیب اور عمودی سطح پر الفاظ کے انتخاب کا عمل ادبی زبان کی تفہیم کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ روزمرہ کی زبان میں بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں تاہم ادبی زبان میں اس سلسلے میں شعوری کوشش کا عمل دخل زیادہ ہے۔ ان کے نزدیک ادبی عنصر زبان کے استعمال کی تمام صورتوں میں کم یا زیادہ ضرور موجود رہتا ہے اس لیے ادبیت اور شعریت محض شعری زبان سے مخصوص نہیں ہے تاہم ادب میں زبان کا شعری کردار زیادہ حاوی، نمایاں اور مرتفع صورت اختیار کرتا ہے۔ لکھتا ہے:

> "Poetic function is not the sole function of verbal art, but only its dominant, determining function, whereas in all other verbal activities it acts as a subsidiary accessory constituent. This function, by promoting the palpability of signs, deepens the fundamental dichotomy of sings, and objects. Hence, when dealing with poetic function, linguistics cannot limit itself to the field of poetry. (1998) ۔٦

حواشی وحوالہ جات

1. https://literarycriticismj ohn.blogspot. com/2012/01/ structuralismthe- saussure an -principles.html
2. https://web.stanford.edu/~eckert/PDF/jakobson.pdf

۳۔ پال بوئزاک، انسائیکلوپیڈیا آف سیمیاٹکس، آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۷ء

4.

https://link.springer.com/chapter/10.1007/978-1-349-25934-2_16

۵۔ رومن جیکب سن، مورث ہالے، فنڈامنٹلز آف لینگوئج، فارگاٹن بکس، ۲۰۱۷ء

6.

http://varenne.tc.columbia.edu/bib/texts/jakbsromn600constat.pdf